اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الیکشن 2013 اور ہماری ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا اور اسے وہ تمام علوم بھی سکھلا دیئے جن کے ذریعے وہ کائنات کو تسخیر کر کے زمین پر اللہ کی خلافت کا حق ادا کر سکے۔ اس کے نازل کردہ احکامات کی عملی تطبیق پیش کرے۔" **واذقال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک قال انی اعلم مالا تعلمون. (البقرہ . آیت 30)**

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا انتخاب خود فرمائے۔ وہ نبی یا رسول ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے۔ خود عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔ عقیدے کی اصلاح، عبادات کا طریقہ اور اخلاقیات کی تعلیم دیتا ہے۔ عدل وانصاف قائم کرتا ہے۔ انسانی حقوق کا محافظ ہوتا ہے۔ اصلاح نفس کے ذریعے لوگوں کو نیکی کے قریب اور فساد سے دور کرتا ہے۔ نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرتا ہے۔ جرائم کی بیج کنی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کو نافذ کرتا ہے۔ حلال وحرام کو واضح کرتا ہے۔

اگر ان کاموں کو سرانجام دینے کے لیے لوگ کسی باصلاحیت شخص کا انتخاب کر لیں وہ خلیفہ کہلائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم کرے گا۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد کی صورت میں یہ اصول طے کر دیا۔ کہ دستوری طور پر حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہوں گے۔ حکمرانی کا حق عوام کے منتخب نمائندوں کو ہوگا۔ حکمران اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے پابند ہوں گے۔

قیام پاکستان کے مقاصد بہت واضح ہیں۔ یہ خطہ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اور دس لاکھ افراد نے محض اسلام کے نام پر اپنی جانیں قربان کیں۔ کوئی اور مقصد ہوتا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ لوگ اپنا گھر بار عزت دولت چھوڑ کر پاکستان کی طرف ہجرت کرتے۔ یہ تو صرف اسلامی حکومت کی کشش تھی۔ کہ لوگوں نے قربانیاں دیں۔ (اگرچہ اب کچھ شرپسندوں نے اس میں ابہام پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے) لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل ہوا اور اس کی بقا بھی اسی

میں ہے کہ یہاں اسلامی حکومت قائم کی جائے۔

خود بانی پاکستان محمد علی جناح نے فرمایا تھا کہ پاکستان اسلام کی تجربہ گاہ ہوگی۔ جہاں سب کو یکساں حقوق حاصل ہونگے۔ دوقومی نظریہ کا مقصد بھی یہی تھا۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے جو تصور پیش کیا تھا اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اس ملک میں اسلام کی بالا دستی قائم کی جائے۔ معاشی مساوات جس کا مقصد تمام لوگوں کو علاقائی اور لسانی تفریق سے قطع نظر کاروبار کرنے، ملازمت حاصل کرنے کے یکساں مواقع فراہم کیے جائیں گے۔ عدل وانصاف میں امیر، غریب برابر ہونگے۔ اس لیے کہ اسلام عادلانہ نظام کا نہ صرف حامی ہے بلکہ تمام امور میں اس کا تقاضا کرتا ہے۔ انسانی حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ بنیادی حقوق میں مرد وزن کی تفریق نہ ہوگی اور اسی طرح تمام اقلیتوں کے حقوق ادا کیے جائیں گے۔ جان مال آبرو کی حفاظت کی جائے گی۔ آزادی اور حریت کے ساتھ مکمل خودمختاری حاصل ہوگی۔ یہ ایسا خوبصورت تصور تھا جس کے لیے ہمارے آباؤاجداد نے قربانیاں دیں۔ مگر وائے افسوس کہ قیام پاکستان کے بعد ایسے نااہل لوگوں کے ہاتھ اس ملک کی بھاگ دوڑ آئی جنہوں نے اسے بازیچہ اطفال بنا کر رکھ دیا۔ مقاصد حاصل کرنا تو درکنار اس کی جڑوں کو کھوکھلا کردیا۔

مقتدر طبقات نے اپنی جہالت اور نااہلی کے باعث عدل وانصاف کا انداق اڑایا۔ ان کی پہچان غنڈہ گردی، قانون شکنی اور جہالت ٹھہری۔ غریب طبقوں کو اپنا مال مویشی سمجھا۔ ان کی جان مال، آبرو پر ہاتھ صاف کرنا اپنا حق قرار دیا۔ انتخابات کو کاروبار کی طرح لیا۔ اور منتخب ہوکر بدعنوانی، کرپشن اور لاقانونیت کے ریکارڈ قائم کیے۔ انصاف کا خون کیا۔ اور ایک ایسا کلچر متعارف کرایا جس نے پوری قوم کو بے حس اور بے جان بنادیا۔ جرم اور قانون شکنی باعث فخر ہوا۔ ناجائز دولت کمانے اور قبضہ مافیا نے معزز کاروباری کا روپ دھارا۔ غنڈہ گردی، دھونس، دھاندلی کو ہنر کا نام دیا۔ انتظامیہ اور عدلیہ کو اپنے تحت کرنے کو پروٹوکول کا نام دیا۔ یہ ایک مخصوص ذہنیت (Maind set) ہے جو 65 سال سے ہمارے اوپر مسلط ہے اور ہر دفعہ اس گندے اور زہر آلود نظام کو نئے لیبل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ لوگ ہیں کہ بار باران کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ اقتدار کے لیے قوت اور مال ودولت کی فروانی کا تصور نئی چیز نہیں بلکہ قرآن حکیم نے بنی اسرائیل کے حوالے سے یہ بات برسوں پہلے بیان کردی۔ فرمایا''

وقال لهم نبيهم ان الله قد بعث لكم طالوت ملكا، قالوا انى يكون له الملك علينا

ونحن احق بالملک منه ولم یوت سعة من المال قال ان الله اصطفه علیکم وزاده بسطة فی العلم والجسم، والله یوتی ملکه من یشاء والله واسع علیم. (البقرة 247۔)

اوران کے نبی نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم پر اسکی بادشاہی کیسے ہوسکتی ہے جبکہ ہم اس سے زیادہ بادشاہی کے حقدار ہیں۔ اسے مال کی وسعت نہیں ملی۔ اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں زیادہ کشادگی دی ہے ۔ جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ ملک عطا کرتا ہے۔ اور اللہ بڑا وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔

آج کی یہ نام نہاد اشرافیہ اپنی اہلیت کی صرف یہی دلیل رکھتی ہے کہ وہ صاحب مال اور صاحب ثروت ہیں۔ جبکہ دین دنیا کے علوم سے بے بہرہ کالانعام ہیں۔ یہی وہ طبقہ ہے جو عام زندگی میں اسلام دین اور شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ عقیدہ عبادات اور اخلاقیات سے ناواقف ہیں۔ لیکن بڑی بے شرمی اور ڈھٹائی سے اقتدار میں اپنا حصہ بنیادی حق سمجھتے ہیں جبکہ مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں دیکھا جائے۔ مال دولت کبھی معیار نہیں رہا بلکہ معیار علم اور انسانی وجاہت ہے۔

بدقسمتی سے پاکستان میں شفاف اور غیر جانبدار الیکشن کا کلچر متعارف نہ ہوسکا۔ 65 سالوں میں اگر صحیح طرح الیکشن ہوتے۔ تو ان کی تعداد بارہ یا تیرہ ہوتی۔ اور ان بارہ یا تیرہ انتخابات سے قوم بہت کچھ حاصل کر لیتی۔ مگر یہاں نادیدہ ہاتھوں نے ہمیشہ اپنے لیے کٹھ پتلیوں کو منتخب کروایا جو ان کے اشاروں پر ناچتے ہیں اور اُجرت پاتے ہیں۔ عوام کی رائے کبھی معتبر نہ ٹھہری اور اگر کبھی ٹھہری تو ملک کا دو ٹکڑے کر دیا۔ اگر ان 65 سالوں میں متواتر بلدیاتی انتخابات ہی ہوتے رہتے۔ تو آج ایک اچھی لیڈر شپ قوم کو میسر ہوتی۔ لیکن اجرتی سیاستدانوں نے ایسا نہ ہونے دیا۔ جمہوری حکومتیں ہمیشہ بلدیاتی الیکشن سے بھاگتی رہی ہیں۔

اب 2013 کے الیکشن سر پر ہیں 11 مئی 2013 کو پورے ملک میں قومی اور صوبائی الیکشن ہونے جا رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ایک نئی قیادت سامنے آئے گی۔ جبکہ میدان میں کئی معتبر سیاسی اور دینی جماعتیں موجود ہیں۔ اب ایک بار پھر عوام کا امتحان ہوگا کہ وہ پاکستان کے لیے کیسی قیادت منتخب کرتی ہے۔ امتحان کی اس گھڑی میں عوام کی رہنمائی اور ان میں شعور و آگاہی پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

شعور دو طرح کا ہے۔ ایک شعور وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے سب کو ودیعت کر دیا ہے اس کے لیے

رہنمائی کی ضرورت نہیں۔مثلاً آگ جلاتی ہے سب کو معلوم ہے کوئی آگ کو ہاتھ میں نہیں پکڑے گا۔ پیاس لگے تو پانی پئے گا پانی کی تلاش میں نکلے گا تو صاف اور ٹھنڈا پانی ڈھونڈے گا۔کیونکہ اس کا شعور یہی تقاضا کرتا ہے۔سردی لگے گی تو گرم کپڑے پہنے گا۔علی ھذا القیاس یہ ایسا شعور ہے جس کے لیے اسے رہنمائی کی ضرورت نہیں۔البتہ شعور کی دوسری قسم وہ ہے جو رہنمائی کا تقاضا کرتی ہے۔مثلاً کسی منزل پر پہنچنے کے لیے راستے کی رہنمائی،مختلف کھانوں میں سے اس کے لئے مفید کھانا وغیرہ۔اب جبکہ ذرائع ابلاغ نے اس شعور میں اور اضافہ کر دیا ہے لوگ اپنے علاقے کے نمائندوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔اور صرف ان کا انتخاب کرتے ہیں۔جن سے مفادات وابستہ ہوں۔برادری ازم ایک موثر ہتھیار ہے۔ لوگوں کی اپنی ترجیحات ہیں اس لیے وہ ایسا فیصلہ ہی کرتے ہیں جن سے انہیں فائدہ پہنچے۔حالانکہ یہاں ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر سوچنے کی ضرورت ہے۔کیونکہ عوام کی رائے سے منتخب ہونے والے ممبر کی حیثیت ذاتی نہیں اجتماعی ہوگی اور وہ اپنا وزن اس جماعت کے پلڑے میں ڈالے گا جس کی ٹکٹ پر الیکشن میں اترا۔گویا اپنے حلقے میں موجود ممبر دراصل پوری جماعت کی نمائندگی کر رہا ہوتا ہے۔

لوگوں کو سب سے زیادہ یہ شعور دینے کی ضرورت ہے کہ ووٹ ایک امانت ہے۔ایک گواہی ہے اور اپنے اختیارات اس نمائندے کو تفویض کرنے کے مترادف ہے۔لہذا سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں۔قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے" **ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل** "امانت ہمیشہ حق دار کو پہنچائی جاتی ہے جو اس کا اہل اور صلاحیت رکھتا ہو۔ ایسے موقعہ پر فیصلہ کرتے ہوئے عدل کا بھی حکم ہے اور عدل کرتے ہوئے،دوست دشمن کا لحاظ نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔"**ولا یجرمنکم شنئان قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی**' عدل کے راستے میں کسی قوم کی دشمنی رکاوٹ نہیں بننی چاہیے۔اس لیے جب ووٹ ڈالیں تو یہ بات ضرور دیکھیں کہ آیا وہ باصلاحیت اور اہلیت رکھتا ہے حق نمائندگی ادا کرے گا۔دیانت وامانت میں کیسا ہے ان میں سے بہتر کو تلاش کرے۔خواہ اس کا تعلق دوسری قوم یا برادری سے کیوں نہ ہو۔

اسی طرح یہ ایک گواہی ہے اور گواہی دیتے وقت یہ ضرور سوچ لینا چاہیے کہ وہ حق کی گواہی ہو۔ جھوٹی شہادت نہ ہو۔اور جھوٹی گواہی نہ صرف جرم بلکہ ناقابل معافی جرم ہے۔اگر ثابت ہو جائے کہ جھوٹی گواہی دی ہے تو آئندہ کے لیے بلیک لسٹ ہو جائے گا۔اور اللہ تعالی فرماتے ہیں۔"**لاتقبل**

شھادتھم ابدا'' آئندہ ان کی گواہی قبول نہ کی جائے۔

رہی بات اپنے اختیارات سپرد کرنے کی، تو جان لینا چاہیے کہ ووٹ کے ذریعے ہم اپنے کلی اختیارات ممبر کے سپرد کر دیتے ہیں کہ وہ اسمبلی میں قانون سازی کا حق استعمال کر سکتا ہے۔ اب جو قانون بنے گا ہمارا نمائندہ اس کی تصدیق یا تائید کر دے گا۔ تو وہ قانون خلاف اسلام ہو یا ہمارے مفادات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ووٹ گویا مختار عام دینے کے مترادف ہے۔ لہذا سوچ سمجھ کر یہ اختیار کسی کو دیں۔

ممبران اسمبلی بننا ایک منافع بخش کاروبار ہے۔ جس کے لیے لوگ کروڑوں خرچ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ کیونکہ منتخب ہونے کے بعد وہ تمام خرچ بمع سود وصول کر لیتے ہیں۔ بلکہ کئی گناہ زیادہ۔ اگر یہ عہدہ نفع بخش نہ ہو تو انتخابات میں صرف وہ لوگ حصہ لے گے۔ جو قوم کے ساتھ مخلص اور وطن کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔

عوامی شعور کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مثبت فیصلہ کرتے ہیں اور عوام کبھی غلط فیصلہ نہیں کرتی۔ 1971ء میں لغاریوں کے مقابلے میں ڈیرہ غازیخان کے پسماندہ علاقے کے لوگوں نے ڈاکٹر نذیر احمد کو کامیاب کرایا۔ حالانکہ وہ اس دور میں سائیکل پر ووٹ مانگتے تھے مگر نام نہاد اشرافیہ نے انہیں قتل کرا دیا۔

اصل شعور ان امیدواران میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جو مختلف جماعتوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اور ووٹ کی تقسیم کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کے عدم اتحاد کی وجہ سے سب سے کم ووٹ حاصل کرنے والا کامیاب قرار پاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی علاقے میں 65% فیصد ووٹ کاسٹ ہوئے۔ ایک نے 23 فیصد ووٹ حاصل کیے۔ جب کہ باقی 42 فیصد مختلف نمائندوں نے حاصل کیے۔ لیکن وہ ناکام قرار پائیں گے۔ اور 23 فیصد حاصل کرنے والا کامیاب۔ اب عوام کا کیا قصور۔ انہوں نے تو بہتر کا انتخاب کیا لیکن یہ بہترین لوگ خود ٹکڑوں میں تقسیم ہیں۔ جب کہ ایک جو نا اہل اور نالائق تھا۔ منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچ گیا۔ حالانکہ یہ اقلیت کا نمائندہ ہے۔ اس لیے زیادہ شعور امیدواران میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ ایثار قربانی سے کام لیں۔ اور اپنے میں سے بہتر کو نمائندہ بنائیں۔ پھر دیکھیں ہماری اسمبلی میں کیسے اہلیت اور باصلاحیت لوگ پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذمہ داری بنانے کی توفیق دے۔ آمین۔